Dr. S. K. Jabeen

Dept of Urdu

Rohtas Mahila College,   Sasaram

Topic: Urdu Novel Ka Irteqa

[*Urdu Hon's B. A., Part-III,   Paper VIII*]

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اردو ناول کا ارتقاء

اردو کے نثری ادب میں ناول ایک مقبول صنف ہے۔ ناول انگریزی ادب کے ذریعہ اردو میں آیا۔ اس صنف میں قصے کہانیوں کے ذریعہ انسانی معاشرے کی تصویر کشی کی جاتی ہے۔ واقعات کے شکل میں معاشرے کی ان تصاویر کو اس طرح ترتیب دی جاتی ہے کہ قاری کے ذہن پر زندگی کا تصور واضح ہو جائے جو ناول نگار کے ذہن میں ہے۔ ناول نگار انسانی نفسیات کا ماہر اور زندگی کا فنکار ہوتا ہے۔ وہ زندگی کے داخلی اور خارجی پہلو کو قریب سے دیکھتا ہے اور اپنے تجربات و مشاہدات کو ترتیب دے کر ناول کی تخلیق کرتا ہے۔

ناول اردو کے نثری ادب کی ترقی کا ذریعہ ہے اور آج یہ دنیا کی اہم ترین صنف ادب بن چکی ہے۔ اس لئے ناول لکھنے کے لئے سنجیدہ شعور اور خیالات کی گہرائی کی ضرورت ہے۔ جب کسی ادیب کے فن میں پختگی اور گہرائی آتی ہے تب ایک کامیاب ناول کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔

اردو ناول نگاری کے معماروں میں ڈپٹی نذیر احمد کا نام آتا ہے۔ جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد سرسیّد تحریک نے زور پکڑا۔ سرسیّد نے اپنے مضامین کے ذریعہ معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ سرسیّد کے اہم رفقاء میں ڈپٹی نذیر احمد تھے جو اگرچہ انگریزی زبان سے قدرے واقف تھے، لیکن عربی و فارسی میں کامل عبور رکھتے تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے ناولوں کے ذریعہ قوم کی اصلاح کی۔ متفقہ طور پر ''مراۃ العروس'' کو پہلا ناول مانا جاتا ہے۔ ''مراۃ العروس'' ان کی وہ مایہ ناز تصنیف ہے جس پر لفٹننٹ گورنر یوپی نے ایک معقول انعام بھی دیا تھا۔ اس حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصلاح مذہب و معاشرت و انقام کے ذوق میں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ڈپٹی نذیر احمد نے کئی ناول لکھے جس میں ''بنات النعش''، ''توبۃ النصوح'' اور ''ابن الوقت'' کافی مشہور ہیں۔

مولوی نذیر احمد کی ان تمام کتابوں میں ان کے مقصدیت پند ونصائح اور مذہب و اخلاقیات پر لکچر کی وجہ سے ناول کی روح مجروح ہو جاتی ہے لیکن ان کی طرز نگارش، زبان و محاورے دلچسپی کا سبب بن جاتے ہیں جو ان کے پند و نصیحت کو صبر سے پڑھ لینے دیتے ہیں۔ مولوی نذیر احمد کے پلاٹ سیدھے اور سپاٹ ہیں۔ ان میں نہ تو حسن کی دلفریبیاں ہیں اور نہ ہی عشق کی گرمیاں۔ چونکہ وہ خود کٹر اخلاق کے پابند تھے لہذا واعظ، پند و نصیحت کے سبق ان کے تمام ناولوں میں ملتے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد نے اصلاحِ نسواں کے لئے ناول نگاری کا pattern استعمال کیا۔ حالانکہ بہت سے ناقدین ان کے اخلاقی و اصلاحی مقصد کی وجہ انہیں ناول نگار نہیں مانتے۔ لیکن ان کے ناول کی سب سے اہم خصوصیت مکالمہ نگاری ہے۔ ان کی ناولوں میں اخلاقیات کا درس ملتا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے ''مراۃ العروس'' لکھا۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے Mole Flenders نے "Picarus Story" لکھ کر ایک گائیڈ لائن دیا اور "Pamila" لکھ کر Richardson انگریزی ناول نگاری کے باوا آدم بن گئے، اسی طرح ڈپٹی نذیر احمد بھی اردو ناول نگاری کے باوا آدم بن گئے۔

انشاء نے ''رانی کیتکی'' کی کہانی کے ذریعہ اردو میں سادہ اور سلیس نثر کی بنیاد ڈالی اور ناول نگاری کے لئے بہت حد تک راستہ ہموار کیا۔

ڈپٹی نذیر احمد کے زمانے میں ہی سرزمینِ عظیم آباد میں شاد عظیم آبادی نے ناول لکھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ شاد نے نذیر سے قبل ہی 1865 میں ''بدھوا'' لکھا۔ اس کے ساتھ ہی ''صورۃ الخیال'' اور ایک ناولٹ ''پیر علی'' بھی لکھا۔ اسی طرح الطاف حسین حالی نے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

''مجلس النساء'' 1874 لکھا۔ اس میں لڑکیوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت پر زور دیا۔

پنڈت رتن ناتھ سرشار، ایڈیٹر ''اودھ پنچ'' نے ''فسانۂ آزاد'' 1880 کے ساتھ ہی ''جام سرشار''، ''سیرِ کہسار'' اور ''کامنی'' 1880 لکھا۔ ان کے یہاں ہر جگہ آزادی ہے، قہقہے ہے، دلچسپی ہے اور رنگینیاں ہیں۔ سرشار ایک خوش دل اور آزاد خیال کے مالک ہیں۔ وہ صحافت کے راستے سے ناول نگاری کے میدان میں آئے۔ ان کی ناول نگاری میں لکھنؤ کی زندگی کا نقشہ ملتا ہے۔ سرشار اپنے کردار خوجی کے ساتھ طرح طرح کی بزم آرائیوں اور رزم آرائیوں کے بعد بامراد مشرق وسطیٰ سے وطن واپس آتے ہیں۔ انہوں نے دنیا کو کثرت کے روپ میں دیکھا ہے۔ سرشار کی نظر سے شاید ہی کوئی پہلو بچا ہو۔

عبدالحلیم شرر لکھنوی نے پہلا ناول ''دلچسپ'' 1885 لکھا اور اسی صدی میں ''مقدس نازنین'' 1900 لکھا۔ ''فردوس بریں'' کافی مشہور ہوا۔ ''فتح اندلس'' کو بھی کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ انہوں نے انیسویں صدی میں نو ناول لکھا۔ شرر کی ناول نگاری کو سلیقہ اور فن کے لحاظ سے اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے۔ ان کے یہاں ترتیب اور تعمیر کی اچھی قابلیت پائی جاتی ہے، مگر حقیقت نگاری کے باب میں شرر ناکام نظر آتے ہیں۔ لیکن مقصدیت کے لحاظ سے وہ ناول نگار ہیں۔

شرر نے مسلمانوں کی پرانی تاریخ کو پھر سے زندہ کرنے اور اسلام کو عیسائیت سے بہتر ثابت کرنے کا ذریعہ اسکاٹ کے ناولوں سے پایا۔ انہوں نے ''غازی صلاح الدین'' کے علاوہ کئی دوسرے ناولوں میں تاریخی شخصیتوں کو پیش کیا۔ ان کے ناولوں کے کردار اور واقعات تاریخی ہیں۔

رشیدۃ النساء نے 1894 میں ''اصلاح النساء'' لکھا۔ قاری سرفراز حسین عزمی نے طوائف کو موضوع بنا کر کئی ناول لکھے۔ ''شاہدِ رعنا'' 1897 کافی مشہور ہوا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

مرزا محمد ہادی رسوا ایک مشہور ناول نگار تھے۔ ان کی طبیعت سائنس کے قاعدوں کی طرف زیادہ رجوع تھی۔ ان کے ناول اکثر ترتیب ریاضی کے فارمولے کی طرح نظر آتے ہیں۔

''امراؤ جان ادا'' میں رسوا نے اسی ناول سے تتبع کیا ہے۔ مرزا ہادی کا رسوا کے فرضی نام سے لکھا گیا ناول ''امراؤ جان ادا'' ناول کی دنیا میں کافی اہمیت کا حامل ہے۔ خود انہوں نے کہا ہے:-

''ہمارے ناول کو موجودہ زمانے کی تاریخ سمجھنا چاہیے۔''

''امراؤ جان ادا'' ناول ایک نادر شاہکار ہے۔ پلاٹ کی ترتیب سے اس سے بہتر مثال کسی دوسری جگہ مشکل سے ملتی ہے۔ رسوا نے ناول ''شریف زادہ'' کو بالکل فارمولہ کی طرح پیش کیا ہے۔

انیسویں صدی کے لکھنے والوں میں بہت سارے ناول نگار بیسویں صدی میں بھی لکھتے رہے تھے۔ ان میں سرشار، شرر، انجم کسمنڈی، سرفراز حسین عزمی، مرزا احمد بیگ طرح دار، مرزا ہادی رسوا اور راشد الخیری وغیرہ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی چند نئے ناول نگار بھی سامنے آئے۔ اس میں محمد امجد حسین، پریم چند، مجنوں گورکھپوری، علی عباس حسینی، نیاز فتح پوری، عصمت چغتائی، اشک، سجاد ظہیر، صالحہ عابد حسین، منٹو، ابراہیم جلیس، خواجہ احمد عباس، جمیل مظہری، وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ اس میں مقبولیت بالخصوص پریم چند کو ملا۔

علامہ راشد الخیری مسلمان لڑکیوں کے سر سیّد تھے۔ عورتوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے انہوں نے بہت سے ناول لکھے۔ جن میں ''سیّدہ کالال''، ''جوہر قدامت''، ''شام زندگی'' اور ''صبح زندگی'' قابلِ ذکر ہیں۔ علامہ راشد الخیری نے اسلوب بیان میں رقت اور دردانگیزی کے باعث مصور غم کا خطاب پایا۔ ان کا قلم بہت رواں ہے۔ ہر جگہ ان کی انشاء

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

پردازی مسلم ہے۔

منشی پریم چند اردو ناول نگاری کے ایک روشن ستارہ ہیں۔ انہوں نے افسانہ نویسی کے بعد ناول کے میدان میں قدم رکھا۔ ان کے ''اسرار معابد'' سے لے کر ''گئو دان'' تک میں ناول کی اپنی الگ پہچان ہے۔ ''بیوہ''، ''نرملا''، ''بازار حسن''، ''چوگان ہستی''، ''گوشہ عافیت'' اور ''میدان عمل'' وغیرہ ان کے دوسرے مشہور ناول ہیں۔

منشی پریم چند کے پلاٹ اور کردار کی دنیا میں ہمیں ہندوستان کی سی وسعت نظر آتی ہے۔ ان کے ناولوں کی سب سے اہم خصوصیت ان کی واقعیت نگاری ہے۔ ان کا ماحول خالص ہندوستانی اور حقیقی ہے۔ منشی پریم چند نے ہندوستان کی قومی تحریک کے زیر اثر بھی ناول لکھے۔ ساتھ ہی بے میل شادی، بیوہ کے مسئلہ، وغیرہ پر بھی۔

نیاز فتح پوری کے یہاں جوانی اور جنس کا کھلا کھیل ملتا ہے۔ انہوں نے ایک روحانی اسکول قائم کیا ہے۔ شاعرانہ اور جذباتی قسم کی طرز نگارش کو انہوں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے۔ شباب اور فلسفہ جہاں متحد ہو جائے وہاں ادیب ہمیشہ حقیقت سے بہت اونچا رہتا ہے۔ ان کی ناول ''شہاب کی سرگزشت اور شاعر کا انجام'' ان کے طرز بیان کی بہترین مثال ہے۔

قاضی عبد الغفار کا ''لیلیٰ کے خطوط'' اور ''مجنوں کی ڈائری'' میں ''لیلیٰ کے خطوط'' کا انداز form of letter ہے، جس میں طوائف کے ذہنی کرب کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ اردو کا پہلا ترقی پسند ناول کہلانے کا مستحق ہے۔

جمیلہ مظہری کا ''فتح وشکست'' بھی بہترین ناول ہے۔ قاضی عبد الغفار اور مجنوں گورکھپوری کا شمار رومانی ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔

ترقی پسند تحریک کی پہلی کانفرنس 1936 میں زیر صدارت منشی پریم چند ہوئی۔ سجاد

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ظہیر کا ''لندن کی ایک رات'' ترقی پسند ناول کے ساتھ ہی شعور کی رو کی تکنیک کے انداز میں لکھا جانے والا اردو کا پہلا ناول ہے۔

آزادی کی جدوجہد بیسویں صدی میں کافی تیز ہوئی۔ جس کے زیرِ اثر 1947 میں ملک آزاد تو ہوا، مگر دو ٹکڑے میں بٹ کر۔ اس کے بعد انسانی تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت ہوئی۔ ان سب کے اثرات ظاہر ہے کہ ادیبوں پر بھی زبردست پڑے۔ اس سانحہ کا ذکر رامانند ساگر (''اور انسان مر گیا'')، ایم اسلم (''رقصِ ابلیس'')، رشید اختر ندوی (''پندرہ اگست'')، قیس رامپوری (''خون''، ''بے آبرو'' اور ''فردوس'')، ابراہیم جلیس (''دو ملک ایک کہانی'')، قرۃ العین حیدر (''آگ کا دریا'')، انتظار حسین (''بستی'' اور ''تذکرہ'')، خدیجہ مستور (''زمین'')، حیات اللہ انصاری (''لہو کے پھول'')، بلونت سنگھ (''رات، چور اور چاند'')، قاضی سلطان (''سرحدی'')، انور سجاد (''خوشیوں کا باغ'')، فکر تونسوی (''چھٹا دریا'') وغیرہ ناول خالص فساد کے موضوع پر لکھے گئے۔

کرشن چندر نے بہت سارے ناول لکھے۔ ''شکست'' کرشن چندر کا سب سے اہم ناول تسلیم کیا جاتا ہے جس میں فنی اور ترقی پسندانہ فکر دونوں کا توازن ملتا ہے۔

قرۃ العین حیدر کا سفر ''میرے بھی صنم خانے'' 1949 سے شروع ہو کر ''شیشے کا گھر'' 2000 تک کا ہے۔ وہ اردو کی well equipped کیل کانٹوں سے لیس ناول نگار ہیں۔ ''سفینۂ دل'' اور ''آگ کا دریا'' ان کی بہترین تخلیق ہے۔

عصمت چغتائی نے ''ضدی'' ناولٹ سے ابتدا کی۔ لیکن ''ٹیڑھی لکیر'' کی اشاعت نے انہیں اردو کے بڑے ناول نگاروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ عصمت چغتائی کی دوسری مشہور تخلیق ''فندی''، ''معصومہ''، ''دل کی دنیا'' وغیرہ ہیں۔

راجندر سنگھ بیدی کے ناولٹ ''ایک چادر میلی سی'' کو فنی اعتبار سے قدر و منزلت کی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بیدی اصلاً ایک افسانہ نگار ہیں۔ قرۃ العین حیدر، عبداللہ حسین، خدیجہ مستور، قاضی عبدالستار اور انتظار حسین کے ناول جدید عہد کی نمائندگی کرتے ہیں۔ 1959 میں قرۃ العین حیدر کے ناول ''آگ کا دریا'' کی اشاعت کے ساتھ جو سلسلہ شروع ہوا، ہو پندرہ برسوں تک جاری رہا۔

قاضی عبدالستار کی ناولوں میں ''شب گزیدہ''، ''پہلا اور آخری خط''، ''دارا شکوہ'' اور ''صلاح الدین ایوبی'' مشہور ہیں۔ قاضی عبدالستار نے اردو ناول کو گلزار اور پُر بہار بنانے میں اہم رول ادا کیا۔ 1988 میں عبدالصمد کے ''دو گز زمین''، غضنفر کے ''پانی'' اور پیغام آفاقی کے ''مکان'' کی اشاعت کے ساتھ پھر سے اردو ناول نگاری کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ ہم عصر ناول نگاروں میں غضنفر نے سب سے زیادہ ناول لکھے ہیں۔ عبدالصمد کے ناول ''دو گز زمین''، ''مہاتما''، ''خوابوں کا سویرا''، ''دھمک'' اور ''مہاساگر'' رفتہ رفتہ انہیں ناول نگار کے طور پر پہچان دلانے میں کامیاب ہوئے۔ حسین الحق نے ''بولو مت چپ رہو''، ''فرات''، ''بادل''، ''کابوس''، شموئل احمد نے ''مہاماری'' اور ''ندی'' جیسے ناول لکھے۔ حیات اللہ انصاری کی ناول ''لہو کا پھول'' ایک سیاسی اور تاریخی ناول ہے۔

عبدالصمد کے ناول ''دو گز زمین'' کو ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ ملا۔ ''مہاساگر'' کا پسِ منظر تقسیمِ وطن، فرقہ وارانہ ماحول اور اس کے منفی اثرات کا بیان ہے۔ ''خوابوں کا سویرا'' تہذیبی زوال اور بدلتے اقدار کی کہانی ہے۔ شموئل احمد نے ''ندی'' میں سیکس کے رشتہ کو وسیع تہذیبی، نفسیاتی اور فلسفیاتی پسِ منظر میں پیش کیا ہے۔ حسین الحق نے ''بولو مت چپ رہو'' اور ''فرات'' کے ذریعہ دو نسلوں اور دو زمانے کے cultural conflict کو دکھایا ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner